© rasailojaraid.com

بحث و نظر

تحقیق کے اصول و مناہج

اسلامی تناظر میں★

ڈاکٹر ظفر الاسلام

موجودہ زمانہ میں اسلام اور اسلامی نظام زندگی کو سمجھنے میں جو بڑھتی ہوئی دلچسپی پائی جاتی ہے اس کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ زندگی کے مختلف مسائل میں اسلامی موقف معلوم کرنے کے ساتھ خود حصول علم کے ذرائع اور تحقیق کے مناہج پر اسلامی نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ علمی و تحقیقی کاوشوں کو اسلامی اصول و مناہج سے مرتبط کر کے انھیں انسانی فلاح و بہبود کے لیے مزید موثر و مفید بنایا جا سکے اور اس سے اہم یہ کہ انھیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جا سکے جو خالق کائنات کو تخلیق انسانی سے مطلوب ہے۔ یہ بڑی خوش آیند بات ہے کہ اس موضوع پر کتب و مضامین کی اشاعت کے علاوہ سمینار و مذاکرات میں بھی بحث و مباحثہ کی روایت قائم ہو گئی ہے۔ درحقیقت اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے اظہار خیال سے مقصود یہ ہے کہ اسلامی اصول و مناہج کی روشنی میں مختلف علوم و فنون کی تشکیل نو کے لیے راہیں ہموار کی جائیں اور امت کی ذہنی و فکری اصلاح کا سامان فراہم کیا جائے۔

تحقیق کے اسلامی اصول و آداب یا اسلام کے تصور تحقیق پر اظہار خیال کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ تحقیق یا ریسرچ علم ہی کا ایک حصہ یا اس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس لیے اسلام میں علم کا جو تصور پایا جاتا ہے اسی سے اس کا تصور تحقیق بھی منسلک ہے یہ اور بات ہے کہ دونوں کے حصول کے اصول و مناہج میں کچھ

★ یہ مقالہ انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (نئی دہلی) کے زیر اہتمام "منہاج تحقیق۔ اسلامی تناظر میں" کے موضوع پر ۲۴-۲۵ فروری ۱۹۹۵ء کو منعقدہ سمینار میں پڑھا گیا تھا اسے یہاں کچھ مزید اضافہ کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرق پایا جاتا ہے۔

تحقیق سے متعلق جو مسائل ہیں ان میں دو خاص اہمیت کے حامل ہیں ایک مقصد تحقیق، دوسرے ذرائع تحقیق۔ اس لیے اسلام کے تصور تحقیق کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان دونوں مسائل میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ کسی بھی چیز کے حصول کے لیے اسلام ذریعہ و مقصد دونوں کی صحت و صالحیت پر زور دیتا ہے اور اسلام کی نگاہ میں کسی بھی کام کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی پیمانہ پر کیا جاتا ہے۔ مطالعہ و تحقیق کے باب میں بھی اسلام اسی نقطۂ نظر کا داعی ہے۔ وہ علم برائے علم یا تحقیق برائے تحقیق کا قائل نہیں بلکہ اس کی نظر میں یہ ایک اہم مقصد کے ساتھ مرتبط و منضبط ہے اور وہ یہ کہ اسے عظیم مقصد کے حصول کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔ جسے اسلام نے حیاتِ انسانی کے لیے متعین کیا ہے۔ اس مسلمہ حقیقت سے ہر مسلم باخبر ہے کہ قرآن و حدیث کی رو سے انسانی زندگی کا عظیم مقصد رضائے الٰہی اور اخروی فلاح کا حصول ہے اور اسلام اپنے تمام ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کی تمام تگ و دو اور فکری و عملی کاوشیں اسی راہ میں صرف ہونی چاہییے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے خدائے تعالیٰ نے جو طریقہ بتایا ہے اسے مختصراً حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے تحقیق کا اصل مقصد و منتہا یہ قرار پائے گا کہ اس سے ان حقوق کی ادائیگی کی راہیں ہموار ہوں۔ خود صاحب تحقیق کے لیے اور نتائج تحقیق سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے بھی۔ قرآن کریم کی جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے تکوینی کمالات، قدرت کے مظاہر اور فطرت کے عجائبات میں غور و فکر کی دعوت دی ہے ان کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ ان سب سے مقصود یہی ہے کہ خالقِ کائنات کے وجود، اس کی وحدانیت و قدرت کاملہ کا یقین اس کے دل میں ثبت کر جائے اور حقانیت و صداقت اس کے سامنے واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ
وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ
لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط

(حم السجدہ: ۵۳)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ (قرآن) واقعی برحق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی حقیقت کو اس آیت میں بھی واضح کیا گیا ہے :۔

کَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ	اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے
لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝	سامنے روشن کرتا ہے شاید تم ہدایت یاب
(آل عمران: ۱۰۳)	ہو جاؤ۔

ان آیات کی روشنی میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں جملہ علمی و تحقیقی کاوشوں سے مطلوب خدائے تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرنا، کائنات و انسان کی حقیقت اور ان کی تخلیق کے اصل مقاصد کو سمجھنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور کائنات میں انسان کے خود اپنے مقام کی پہچان ہی سے انسان میں عبودیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، خالقِ کائنات سے تعلقات کی استواری کا داعیہ ابھرتا ہے اور مالک الملک کے احسانات پر شکر بجا لانے کا احساس جاگزیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم کی اصطلاح میں اہلِ علم یا علم والے وہ لوگ قرار پاتے ہیں جو خالقِ کائنات کی صحیح معرفت کے ساتھ کائنات کی حقیقت اور خود اپنی حیثیت سے بخوبی واقف ہوں جیسا کہ قرآن مجید کی ان آیات میں غور و فکر سے واضح ہوتا ہے جن میں "علم"، "جہل"، "عالمون"، "جاہلون"، "اولوالعلم"، "ذی علم" اور "الراسخون فی العلم" جیسے الفاظ مذکور ہوئے ہیں۔

حقوق العباد کی نسبت سے "تحقیق" کے مسئلہ پر غور کیا جائے تو اس کا مدعا یہ قرار پائے گا کہ تحقیقی صلاحیتوں اور کوششوں کو خلقِ خدا کے نفع کے لیے استعمال کیا جائے۔ تحقیق و تجربہ کے ذریعہ ایسے افکار و نظریات کی افادیت و معنویت ثابت کی جائے اور انھیں علمی انداز میں پیش کیا جائے جو انسانی زندگی کی تعمیر اور ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لیے قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسان کی فلاح و بہبود کا سب سے اہم عنصر اس کی فکری اصلاح ہے لیکن بہتر اور خوش گوار زندگی نہ تو اسلام میں معیوب ہے اور نہ قابلِ نفریں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مختلف پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ اس نے انسانوں کی بھلائی کے لیے اس دنیا کو مختلف قسم کی مخلوقات اور قدرتی وسائل سے معمور کر رکھا ہے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہو:۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ	وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے
مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ: ۲۹)	زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انھیں استعمال میں لانے کی صلاحیت اور ان پر قابو بھی عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ	اس نے زمین و آسمانوں کی ساری
وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ	چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا سب کچھ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ	اپنے پاس سے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں
(الجاثیہ: ۱۳)	ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

ان وسائل کو بروئے کار لانے اور زمین و آسمان میں قدرت کے چھپے ہوئے خزانوں کو قابل استعمال بنانے کے لیے تحقیقی کاوشوں کو بخوبی صرف کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے قرآن کی نظر میں تحقیق کا ایک اہم مدعا یہ ٹھہرا کہ اسے انسان کے فائدے کے لیے بروئے کار لایا جائے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں علم کا ذکر آیا ہے اُن کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی نگاہ میں وہی علم مستحسن و محمود ہے جو انسانیت کے لیے نفع بخش ہو۔ خود حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نافع کے لیے دعا کی تلقین فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں علم مجرد کوئی معنی نہیں رکھتا۔

یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ریسرچ کو بامعنی و بامقصد بنانے کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ اس کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جائے جو سماج و معاشرت کے مسائل سے مرتبط ہوں اور نتائجِ تحقیق کسی نہ کسی پہلو سے انسان کے لیے مفید ثابت ہوں۔ مزید براں قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ انسانی علم محدود ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ تمام تر علمی ترقیوں اور سائنسی تحقیقات کے باوجود بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن تک انسان کی رسائی ممکن نہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے دائرہ علم میں آتی ہیں۔ قرآن کی یہ آیت اسی حقیقت کی شاہد ہے۔

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ	اور یہ لوگ تم سے روح کے متعلق
الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ	پوچھتے ہیں کہو یہ روح میرے رب کے
مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا	حکم سے آتی ہے۔ مگر تم لوگوں نے علم سے
(بنی اسرائیل: ۸۵)	کم ہی بہرہ پایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے اسلام کی رو سے تحقیق کے لیے ایسے موضوعات کو اختیار کرنا صحیح نہ ہوگا جو انسان کے دائرہ علم سے باہر ہیں بلکہ ایسی باتوں کو تحقیق کا موضوع بنانا وقت کا ضیاع ہوگا جو صرف خدائے تعالیٰ کے علم و ادراک میں آتی ہیں یا جن کا تعلق متشابہات سے ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں علمی اعتبار سے پختہ لوگوں کی صفت ہی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ متشابہات کی ادھیڑ بن میں اپنی صلاحیتوں کو ضائع نہیں کرتے بلکہ ان کی اصل حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے ان پر "آمنا و صدقنا" کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ
ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ
تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ
إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ
فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ
كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ
إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ○
(آل عمران: ۷)

رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں
ٹیڑھ ہے وہ فتنہ کی تلاش میں ہمیشہ
متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور
ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے
ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا
کوئی نہیں جانتا بخلاف اس کے جو لوگ
پختہ علم والے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان
پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف
سے ہے اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح
سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ نساء میں بھی اسی حقیقت کو ایک دوسرے انداز میں بیان کیا گیا ہے:۔

لَٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ
مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا
أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ
وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ
أَجْرًا عَظِيمًا ○ (النساء: ۱۶۲)

لیکن راسخون فی العلم اور مومنین اس
پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور
آپ سے پہلے اتارا گیا اور نماز قائم کرنے
والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے اور اللہ
و یوم آخرت پر ایمان لانے والے۔ ان سب
کو ہم اجر عظیم عطا کریں گے۔

جہاں تک ماخذِ تحقیق کا تعلق ہے اسلام میں اس ضمن میں قرآن کریم کو اولین د

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ قرآن مجید سرچشمۂ رشد و ہدایت اور منبع علوم و معارف ہے۔ بلا استثناء انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس سے متعلق اس عظیم کتاب میں رہنمائی کا سامان موجود نہ ہو۔ قرآن نے خود اپنے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ سراپا ہدایت ہے۔ اس امتیازی وصف کو قرآن میں کہیں "ہدی للمتقین" "ہدی للمومنین" یا "ہدی للمسلمین" کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور کہیں "ہدی للناس" کے عمومی انداز میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کتاب ہدایت سے نہ صرف یہ کہ مختلف سائنسی و سماجی علوم سے متعلق فکری مواد فراہم ہوتا ہے بلکہ حصول علم کے اصول و آداب اور مناہج تحقیق کی جانب اس سے رہنمائی بھی ملتی ہے۔ اس لیے کسی بھی موضوع پر تحقیقی کاوش شروع کرتے وقت پہلے یہ ضروری ہوگا کہ اس سے متعلق قرآن کا نقطۂ نظر اور اپروچ معلوم کیا جائے۔ دوسرے یہ دیکھا جائے کہ قرآن کریم سے مواد کی تحقیق و تفتیش، نظریات و مفروضات کی جانچ، معلومات کی صحت و عدم صحت کی پرکھ اور واقعات کے تجزیہ و نتائج اخذ کرنے کے کیا اصول و ضوابط متعین ہوتے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جائے۔

قرآن مجید سے یہ صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ سمع و بصر و قلب علم کے تین معروف ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ	اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے
اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا	پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ
وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ	جانتے نہ تھے اس نے تمہیں کان دیے
وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥	آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے،
(النحل: ۷۸)	اس لیے تاکہ تم شکرگزار ہو۔

اس لیے قرآن نے ان چیزوں کے پیچھے نہ پڑنے کا حکم دیا ہے جن کی جانکاری ان ذرائع کے صحیح استعمال سے نہ حاصل ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے :-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ	کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا
عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ	تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان، دل سبھی
كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ٥	کی بازپرس ہونی ہے۔
(بنی اسرائیل: ۳۶)	

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید براں قرآن کی نگاہ میں وہ لوگ گمراہ ترین ہیں جو ان ذرائع علم کو صحیح طور پر استعمال نہ کر کے اپنے خالق و مالک کو پہچانتے اور خود اپنی حقیقت کے ادراک سے قاصر رہتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن کا واضح بیان ملاحظہ ہو:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ	ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں
بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ	ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں،
بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ	ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں،
بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ	وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (اعراف: ۱۷۹)	یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

اگر علم کے مرحلے سے آگے بڑھ کر تحقیق کے میدان میں قدم رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں بھی یہی تین چیزیں حقائق تک پہنچنے یا کسی چیز کے ثابت کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ محقق اپنے خیالات و نظریات یا مباحث تحقیق کو ذاتی مشاہدہ و تجربہ کی روشنی میں ثابت کرتا ہے یا سمع و بصر کی مدد سے دوسروں کے مشاہدات و نتائج فکر سے اپنے لیے رہنمائی حاصل کرتا ہے اور پھر اپنے دل و دماغ کو استعمال کرتے ہوئے جمع کردہ مواد اور تجربات سے کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے اور تحقیق کا ماحصل پیش کرتا ہے۔ اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے ریسرچ و تحقیق کا مطلب یہ ہوگا کہ علم و تحقیق کے ذرائع کو صحیح طور پر اور دیانت داری کے ساتھ استعمال کیا جائے خواہ تحقیق کے لیے مواد جمع کرنے کا مرحلہ ہو یا ان کا تجزیہ کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے کی منزل ہو۔

تحقیق کے مآخذ پر بحث کرتے ہوئے یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ اسلام میں ذرائع معلومات کی چھان بین کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ اس نے ان معلومات کی جانچ پرکھ پر خاص زور دیا ہے جو دوسروں سے سن کر یا روایتہً و نقلاً حاصل ہوں۔ اسلام کی رو سے کسی بھی روایت یا خبر کو قبول کرنے سے قبل ان لوگوں کے اخلاق و کردار اور عادت و سیرت کے بارے میں پتہ لگانا ضروری ہے جن سے یہ روایت یا خبر پہنچی ہو۔ قرآن کریم سے اس خبر کی چھان بین اور اس کی قبولیت میں حد درجہ احتیاط کی ہدایت ملتی ہے جس کا واسطہ بدکردار لوگ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ	اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (الحجرات : ۶)

فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ نتائجِ تحقیق کی صحت کافی حد تک علم وتحقیق کے ذرائع کی چھان بین پر منحصر ہوتی ہے اس لیے اسلام کی رو سے وہی تحقیقی کام قابلِ اعتبار و لائقِ استناد ہوگا جو ذرائعِ علم کے ٹھیک ٹھیک استعمال اور مآخذ کے ناقدانہ استفادہ پر مبنی ہو۔

تحقیق میں مآخذ کے صحیح انتخاب اور ان کے ناقدانہ استعمال کے ساتھ دلائل وشواہد کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ "تحقیق" کے اہم عناصر میں شامل ہیں بلکہ انھیں ماخذ کا حصہ قرار دینا غلط نہ ہوگا۔ قرآن کریم کی نظر میں کسی بات کے ثبوت کے لیے دلائل وشواہد کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی بھی دعویٰ بلا دلیل نہیں پیش کرتا بلکہ وہ ایک بات کے ثبوت میں ایک دو نہیں متعدد دلائل وشواہد مختلف اسلوب میں سامنے لاتا ہے۔ توحید، رسالت و آخرت سے متعلق آیات بالخصوص اس کی شاہد ہیں، اسی طرح وہ اپنی دعوت کے مخالفین و معاندین سے بار بار مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے اپنے مزعومات و نظریات کی تائید میں کوئی ثبوت یا دلیل ہو تو پیش کریں۔ قرآنِ کریم کا یہ مطالبہ مختلف مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے، مثال کے لیے ایک آیت ملاحظہ ہو:

قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔ (البقرہ: ۱۱۱)

ان سے کہو اپنی دلیل پیش کرو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

دلائل وشواہد کی اہمیت کے بارے میں قرآن کا نقطۂ نظر اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ فی نفسہٖ ثبوت وشہادت ہی کو علم سے تعبیر کرتا ہے۔ کفار ومشرکین کے بے بنیاد و باطل عقائد و نظریات کی تردید کرتے ہوئے قرآن چیلنج کرتا ہے:

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۴۹)

ان سے کہو کیا تمہارے پاس کوئی علم (ثبوت) ہے جسے ہمارے سامنے پیش کرسکو تم محض گمان پر چل رہے ہو اور نری قیاس آرائیاں کرتے ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر شہادت و ثبوت کے قرآن کی نگاہ میں علم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ مزید براں قرآن ان نظریات و خیالات کو جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے یا جن کی تائید میں کوئی ثبوت و دلیل پیش نہیں کیا جاتا "جہل" سے تعبیر کرتا ہے یا انھیں محض "ظن و تخمین" کا نام دیتا ہے۔ مذکورہ آیت کے علاوہ اس آیت سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے:۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ	اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں
لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ	اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں
عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج	مبتلا ہیں ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی
(النساء: ۱۵۷)	علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں کسی چیز کے علم کے معیار تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دلائل و شواہد سے مزین ہو۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تحقیق کے لیے جو علم کی ترقی یافتہ شکل ہے دلائل و شواہد کی کس قدر اہمیت ہوگی۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی اصول تحقیق میں نہ صرف دلائل و شواہد کی فراہمی اہمیت رکھتی ہے بلکہ یہ بات بھی کچھ اہم نہیں ہے کہ کسی بھی موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے جو بھی شواہد دستیاب ہوں انھیں بلا کم و کاست سامنے لایا جائے اور اس میں کسی قسم کے اعراض یا کتمان سے کام نہ لیا جائے خواہ کوئی ثبوت یا دلیل کسی امر میں محقق کے اپنے مفروضہ یا خیال کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم میں نہ صرف حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ کرنے کی ممانعت آئی ہے بلکہ حقائق کی پردہ پوشی اور شہادت کے اخفاء کی بھی سخت نہی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ	اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	کرو اور حق کو نہ چھپاؤ دراں حالیکہ تم اس کا
(البقرہ: ۴۲)	علم رکھتے ہو

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تکتموا الشھادۃ ومن	اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت
یکتمھا فانہ اثم قلبہ واللہ	چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بما تعملون علیم (البقرہ: ۲۸۳)　　اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

قرآن کریم میں عدل و انصاف کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ شہادت کی فراہمی اور اس کے اظہار میں کسی قسم کی پہلو تہی نہ کی جائے اور نہ اس معاملہ میں اپنی پسندیدگی و ناپسندیدگی کو دخل دیا جائے۔ اس باب میں قرآن کریم کا موقف اتنا سخت ہے کہ وہ دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی اور غیر عادلانہ رویہ کو گوارا نہیں کرتا اور وہ صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ اظہارِ حق اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی شخص کی دشمنی آڑے نہیں آنی چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ: ۸)

اے ایمان والو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور اللہ سے ڈرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

اس سے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ثبوت یا شہادت محقق کے اپنے نقطۂ نظر یا موقف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اسے منظرِ عام پر لانے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات اس سیاق میں کافی اہمیت رکھتی ہے کہ آج کل کے بہت سے محققین اپنے اختیار کردہ موضوع کے لیے مواد جمع کرنے اور شواہد کی فراہمی میں انتخابی طریقہ (Selective way) اختیار کرتے ہیں اور اپنی پسند و ناپسند کی بنیاد پر صرف اسی مواد کو جمع کرتے اور وہی شواہد فراہم کرتے ہیں جس سے ان کی رائے کی تائید اور ان کے موقف کی حمایت ہوتی ہو اپنے نقطۂ نظر کے مخالف شواہد و دلائل چھوڑ دیتے ہیں یا ان سے اعراض کر جاتے ہیں۔ دلائل و شواہد کے باب میں یہ "انتخابی رویہ" یقیناً عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف اور اسلامی اصول تحقیق کے منافی ہے۔

اب یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کسی بات کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم نے کس نوع کے دلائل و شواہد استعمال کیے ہیں اور ان کی روشنی میں تحقیق کے میدان میں استدلال کے کیا کیا طریقے متعین کیے جا سکتے ہیں، قرآنِ کریم پر گہری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر سامنے آئے گی کہ قرآن نے اپنے دعووں کے ثبوت اور اپنے افکار و نظریات کی تائید میں مختلف قسم کے دلائل و شواہد پیش کیے ہیں اور یہ کہ اس نے مشاہداتی و واقعاتی ثبوت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم میں ایک دو جگہ نہیں بلکہ سینکڑوں مقامات پر اللہ تعالیٰ کے تخلیقی و تکوینی مظاہر اور اس کی قدرت کے عجائبات پیش کر کے انسان کو مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے تاکہ ان کے دلوں میں قرآنی حقائق جاگزیں ہو جائیں اور وہ قرآن کی دعوت پر ایمان لانے والے بن جائیں۔ ان مواقع پر قرآن مجید نے الم تر، الم تروا، الم یروا (کیا تم نے نہیں دیکھا، کیا تم لوگوں نے مشاہدہ نہیں کیا، کیا اسے دکھائی نہیں دیا، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جیسے مختلف انداز بیان اختیار کیے ہیں۔ مزید براں قرآن کریم نے جہاں جہاں مثالوں کے ذریعہ شواہد یا واقعاتی ثبوت پیش کیے ہیں ان سے مقصود صرف ان کا مشاہدہ یا معائنہ نہیں بلکہ ان میں تدبر و تفکر بھی مطلوب ہے۔ قرآن کریم نے گزری ہوئی قوموں کے حالات اور قدرت کے بے شمار مظاہر ذکر کر کے ان میں غور و فکر کی بار بار دعوت دی ہے تاکہ اس کی روشنی میں انسان خود یہ نتیجہ نکالے کہ قرآن جو دعوت دے رہا ہے وہ برحق ہے کہ نہیں اور یہ کتاب عظیم جو حقائق بیان کر رہی ہے وہ قابل قبول ہیں کہ نہیں۔

متعدد مواقع پر قرآن کے مباحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بات کو ثابت کرنے کے لیے استنباطی طریقہ (Deductive Method) اختیار کیا جا سکتا ہے قرآن کریم کا یہ انداز بیان اور طرز استدلال توحید، رسالت، بعث بعد الموت اور آخرت کے ضمن میں خاص طور سے نمایاں نظر آتا ہے۔ توحید کے ثبوت میں قرآن کے پیش کردہ دیگر شواہد کے علاوہ یہ استدلال ملاحظہ ہو:۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔	اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی ہوتے تو دونوں (زمین آسمان) کا نظام بگڑ جاتا۔
(الانبیاء: ۲۲)	

اسی طرح بعث بعد الموت کے ثبوت میں قرآن مختلف انداز میں استدلال کرتا ہے اور ان میں سب سے معروف یہ ہے کہ وہ خلق اول سے خلق ثانی پر دلیل پیش کرتا ہے۔ وہ لوگ جو انسان کے مر جانے اور اس کی ہڈیوں کے سڑ گل جانے کے بعد دوبارہ بروز قیامت اس کے پیدا کیے جانے پر حیرت و استعجاب ظاہر کرتے ہیں ان سے قرآن مخاطب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو کر کہتا ہے کہ جس ذات قادر و مطلق نے انسان کو پہلی بار وجود بخشا اور جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ دوبارہ اسے زندگی عطا کرے :-

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ (یٰسٓ: ۷۸-۷۹)

(منکرین آخرت) کہتے ہیں کہ جب ہم بوسیدہ ہڈی ہو جائیں گے تو پھر ان ہڈیوں کو کون زندگی عطا کرے گا۔ کہہ دو (اے محمد) کہ وہی ہستی اسے زندگی دے گی جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک (طریقہ) تخلیق کا بخوبی علم رکھتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن کا یہی طرز استدلال اور دیکھا جا سکتا ہے :-

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ (بنی اسرائیل: ۴۹-۵۱)

اور وہ کہتے ہیں جب ہم صرف ہڈیاں اور خاک ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے ان سے کہو تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا اس سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز جو تمہارے ذہن میں قبول حیات سے بعید تر ہو (پھر بھی تم اٹھ کر رہو گے) وہ ضرور پوچھیں گے کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا جواب میں کہو وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا۔

اس نوع کی آیات کریمہ سے قرآن کریم یہ حقیقت گوش گزار کرانا چاہتا ہے کہ انسان خود غور کرے اور نتیجہ نکالے کہ اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو وجود اول بخشا کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس کے مردہ جسم میں روح ڈال کر دوبارہ اسے زندہ کھڑا کرے۔ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے یا مخاطب کے ذہن میں کسی بات کو بٹھانے کے لیے یہ انداز استدلال احادیث میں بھی جا بجا اختیار کیا گیا ہے۔ مثال کے لیے چند احادیث ملاحظہ ہوں: حدیث کے مختلف معروف ذخائر میں حج اور مناسک کے ابواب میں ——— حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منقول ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں سواری پر نہیں ٹھہر سکتے اگر میں انھیں سواری پر باندھتا ہوں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مر نہ جائیں کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان پر قرض ہوتا اور تو اسے ادا کرتا تو کیا وہ ادا نہ ہوتا۔ اس نے عرض کیا ضرور ادا ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا تو تو اپنے باپ کی جانب سے حج کر۔

امام مالک نے موطا میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے غلام کو پکڑ کر لائے اور کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے اس لیے کہ اس نے چوری کی ہے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ اس نے کیا چرایا ہے انھوں نے عرض کیا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دیجیے اس پر قطع ید نہیں ہے (اس لیے کہ) تمہارے غلام نے تمہارا ہی سامان چرایا ہے۔ یعنی دونوں تمہاری ملکیت ہیں اس لیے اس صورت میں قطع ید نہ ہوگا۔ ان تفصیلات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث دونوں میں کسی بات کو ثابت یا واضح کرنے کے لیے استنباطی یا استقرائی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اصول فقہ میں بھی قیاس کا پورا نظام استدلالی و استنباطی منہج پر مبنی ہے جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں۔

استنباطی و استقرائی منہج کے علاوہ قرآن کریم سے جس دوسرے معروف اصول تحقیق کا ثبوت ملتا ہے وہ تجرباتی عمل (Empirical Process) ہے۔ اس کی مختصر وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے دنیا میں کوئی چیز عبث و بیکار نہیں پیدا کی ہے۔ یعنی دنیا میں جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں ان میں انسان کے لیے کوئی نہ کوئی منفعت مضمر ہے یا ان کا کوئی نہ کوئی استعمال ضرور موجود ہے۔ قرآن کی یہ آیات اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں:۔

وما خلقنا السمٰوٰت و	آسمان و زمین اور ان کے درمیان
الارض وما بینهما لٰعبین	کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں
وما خلقنٰهما الا بالحق ولكن	بنا دی ہیں ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے مگر
اكثرهم لا يعلمون (الدخان: ۳۸-۳۹)	ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔
وما خلقنا السماء والارض	ہم نے آسمان و زمین اور ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وما بینھما باطلا ذالک	درمیان کی چیزیں عبث نہیں پیدا کی ہیں
ظن الذین کفروا	یہ ان لوگوں کا بیان ہے جنھوں نے
(ص : ۲۷)	کفر کیا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمین و آسمان اور ان کے مابین پائی جانے والی کوئی چیز عبث و بیکار نہیں ہے تو اب یہ سوال ابھرتا ہے کہ ان چیزوں کی ماہیت و افادیت کیسے معلوم کی جائے جبکہ تمام اشیاء کے استعمال کا طریقہ واضح طور پر بیان نہیں کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس کے لیے ضروری ہوگا کہ تجرباتی عمل اختیار کیا جائے اور اس کی روشنی میں اشیاء کے حقائق، خواص و اثرات معلوم کیے جائیں، دوسرے یہ کہ قرآن نے جن چیزوں کی تخلیق کے فوائد واضح کیے ہیں۔ ان کے کماحقہ حصول کے لیے بھی تحقیق و تجربہ کی راہوں سے گزرنا لازمی ہے مثال کے طور پر قرآن نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند پیدا کیے اور انھیں روشنی کا ذریعہ بنایا۔ ان کے منازل متعین کیے تاکہ انسان ان کی مدد سے سال کا شمار کر سکے اور حساب کتاب کر سکے :۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ	اور وہی ہے جس نے سورج کو اجیالا
ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ	بنایا اور چاند کو چمک دی اور چاند کے
مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ	گھٹنے بڑھنے کی منزلیں متعین کیں تاکہ تم ان
وَالْحِسَابَ	سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم
(یونس : ۵)	کر سکو۔

اس سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ سورج و چاند سے یہ فوائد بالخصوص برسوں کا شمار اور تاریخ کا تعین صحیح معنوں میں اسی وقت حاصل ہو سکتے تھے جب انسان تحقیق کی گہرائیوں میں غوطہ لگائے اور تجربات کی راہوں سے گزرے اور موجودہ زمانہ کی سائنسی ترقیات گواہ ہیں کہ انسان اسی راہ سے آسمان و زمین میں پائی جانے والی مختلف چیزوں سے بہتر سے بہتر فوائد حاصل کرتا رہتا ہے۔ مزید براں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ زمین و آسمان میں قدرت کے بے شمار خزانے چھپے ہوئے ہیں اور یہ وسائل قدرت انسان ہی کی راحت رسانی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی علمی کوششوں اور تحقیق و تجربی کاوشوں سے ان کی جانکاری حاصل کرے، ان کے استعمال کے طریقوں کا پتہ لگائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوران کے فوائد سے بہرہ ور ہو۔ قرآن میں بحر (سمندر) کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ	اور وہی ہے جس نے تمہارے
لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا	لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ تم اس
وَّتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً	سے تروتازہ گوشت لے کر کھاؤ اور
تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ	اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنھیں
مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ	تم پہنا کرتے ہو اور تم اپنے رب کا فضل
فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥	تلاش کرو اور اس کے شکر گزار ہو۔

(النحل : ۱۴)

اس آیت میں سمندر کے منافع کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن کیا کوئی اس سے اختلاف کر سکتا ہے کہ یہ منافع صحیح معنوں میں اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب انسان اپنی صلاحیت واستعداد سے کام لے کر سمندر میں پائی جانے والی چیزوں کا پتہ لگائے اور تحقیق وتجربہ کی مدد سے انھیں اس قابل بنائے کہ انھیں مختلف کاموں میں استعمال کیا جا سکے بعض احادیث سے دنیاوی امور میں تجربی عمل کی اہمیت وافادیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے جو صحیح مسلم (کتاب الفضائل) کے علاوہ دیگر مجموعوں میں بھی مروی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھجور کے نر درخت کا بعض حصہ کاٹ کر مادہ درخت میں لگا رہے ہیں (یابرون اویلقحون النخل) تو آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس سے کچھ فائدہ نہیں اگر ایسا نہ کیا جائے تو بہتر ہے آپ کے اس کہنے پر لوگوں نے اس عمل کو چھوڑ دیا لیکن جب آپ کو لوگوں کے تجربات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ تلقیح نخل منفعت سے خالی نہیں اس لیے کہ اس سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے پیداوار میں کمی ہو گئی ہے تو آپ نے صاف طور پر اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مختصر یہ کہ قرآن و حدیث دونوں سے تجربات کی اہمیت وافادیت کا ثبوت ملتا ہے اور یہ محتاج بیان نہیں کہ سائنسی علوم سے متعلق تحقیقات میں تو تجربی عمل بہر صورت ناگزیر ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی مختلف النوع مخلوقات کو انسانوں کے لیے صحیح معنوں میں اسی وقت قابل استعمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مفید بنایا جا سکتا ہے جب تحقیق و تجربہ کی راہ اختیار کی جائے اور نئے نئے اکتشافات و انکشافات روبعمل لائے جائیں۔ مزید براں انسان کے لیے تسخیر کائنات کے فوائد کا حصول بھی کافی حد تک تحقیقات و تجربات پر منحصر ہے۔

تحقیق کے میدان میں تجربات و تجربی عمل کی معنویت و افادیت کے ساتھ قرآن کریم سے یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ کسی نظریہ یا مفروضہ کی صحت کو جانچنے یا کسی چیز کی حقیقت و ماہیت معلوم کرنے کے لیے تجربہ کے عمل کو بار بار دھرایا جا سکتا ہے۔ غور کیجیے اللہ تعالیٰ کائنات و اشیاء کائنات کی تخلیق میں کمال و تناسب ثابت کرنے کے لیے انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بار بار ان چیزوں پر نظر ڈالیں۔ اس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آجائے گی۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا	وہی ہے جس نے تہ بتہ سات آسمان
مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ	بنائے۔ تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ	بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ	کوئی خلل نظر آتا ہے بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (ملک ۳-۴)	نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ تحقیق کے مواد اور اصول و مناہج میں یکسانیت کے باوجود دو یا دو سے زائد محققین کے نتائج میں اختلاف یا ان میں سے کسی ایک کی تحقیق کا غلط ثابت ہونا اسلامی نقطۂ نظر سے غیر متوقع و معیوب نہیں، اس پر دلیل فقہ اسلامی کے اصول اجتہاد سے فراہم کی جا سکتی ہے۔ مجتہدین کے نتائج میں اختلاف اور اجتہاد میں صواب و خطا کے امکان کو نہ صرف تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ دونوں صورتوں میں مجتہد کی کوشش کو مستحق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد صحاح ستہ میں (کتاب الاقضیہ کے تحت) مروی وہ مشہور حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اگر صحیح ہوتا ہے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر وہ غلط ثابت ہوتا ہے تو بھی وہ کم از کم ایک اجر کا مستحق ضرور ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی اصول و مناہج کے مطابق تحقیق کرنے والوں کی کاوشوں اور ان کے عملی تجربات کو نتائج کے اختلاف اور غلطی کے امکان کے باوجود مستحسن سمجھا جائے گا۔

© rasailojaraid.com